Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 2 (Oct-Dec 2023)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

A Critical Review of Zubair Ali Zai's Objections on the Sahabah's Customary Ahadith Regarding the Place of Clasping Hands in Prayer

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے متعلق صحابہ کی معمول بہا احادیث پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

Dr. Mufti Hafiz Ali Nawaz
PhD, Department of Islamic studies, University of Faisalabad, Faisalabad

Muhammad Shoaib
Teaching Assistant (Islamic studies) University community college, Govt. collage university, Faisalabad

Dr. Hafiz M. Mudassar Shafique
Assistant professor, faculty of social sciences, department of Islamic studies, Lahore Garrison University, Lahore
drmudassar@lgu.edu.pk

Abstract

This scholarly article delves into the foundational sources of guidance in Islam, the Qur'an and the Sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him), emphasizing their integral role in providing comprehensive guidance for worldly and hereafter success. The Prophet's esteemed position as the "Teacher of the Book and Wisdom" during his blessed life prompted the Companions to seek his guidance on various matters. The actions of the Prophet (PBUH), validated by the Qur'an, were considered exemplary and thus deserving of emulation. While some traditions (hadiths) have been deemed weak by Muhadditheen, these scholars have clarified that weakness in authentication does not necessarily

OPEN ACCESS
CC BY

render them impractical. Despite religious prejudices suggesting otherwise, it is established that the routine actions of the Prophet were embraced by the Companions, followers, and Muhadditheen. The article addresses objections raised by contemporary scholar Hafiz Zubair Ali Zai regarding the hadiths related to the Place of Binding Hands in Prayer, offering a comprehensive and scholarly response to these objections. Through this analysis, the article contributes to the ongoing discourse surrounding the emulation of the Prophet's actions and the reliability of hadiths in guiding the practices of Muslims.

Keywords: Clasping Hands in Prayer, Companions of prophet actions, Zubair Ali Zai's Objections, Critical Review.

تعارف:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو کہ تمام شعبہ ہائے حیات میں کامیاب عملی رہنمائی کا نظام ہے۔اسلام ہی اللہ رب العزت کے ہاں مقبول دین ہے۔اس دین کے علاوہ دوسرا کوئی نظام اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں۔ قرآن کریم میں رب العالمین کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔[1]

جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے وہ اس سے دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا۔

اسلام کی بنیادی تعلیمات قرآن و حدیث کی صورت میں محفوظ ہیں۔اس نظریاتی و عملی دین کا مکمل نمونہ رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔اسلام کے اساسی اصول اور بنیادی تعلیمات تو قرآن میں موجود ہیں جبکہ اس کی تشریح و توضیح رسول اللہ ﷺ کی سنت اور احادیث مبارکہ ہیں یہ تشریح و توضیح آپ کی ذاتی سوچ و فکر پر مشتمل نہیں بلکہ یہ بھی الہامی ہے۔حدیث اور علم حدیث کا موضوع رسول کریم ﷺ کی ذات جامع صفات ہے جملہ احادیث نبویہ میں آپ ﷺ کے اقوال وافعال اور حالات واسوہ کا بیان ہے جبکہ اس علم حدیث کے حاصل کرنے کی غرض وغایت اطاعت رسول ہے، جس کا حکم اللہ کریم نے خود قرآن میں دیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ۔2

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل مت کرو

اصطلاح میں حدیث کو یوں بیان کیا جاتا ہے

CC BY

مااضيف الى النبى صلى الله عليه وسلم من قول اوفعل اوتقريراووصف خلقى اوخلقى اواضيف الى الصحابى اوالتابعى۔3

ہر وہ قول، فعل، اقرار یا خِلقی اور خُلقی وصف جس کی نبی کریم ﷺ یا صحابی یا تابعی کی طرف نسبت ہو۔

اور جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو سنت، لغت میں طریقہ اور عادت کو کہتے ہیں، خواہ اچھی ہو یا بری ہو جس کی تعریف کچھ یوں ہے

السنة :الطريقة ،والسنة السيرة حميدة كانت اوذميمة والجمع سنن مثل غرفة وغرف4

سنت لغت میں طریقہ اور عادت کو کہتے ہیں خواہ اچھی ہو یا بری اور جمع اس کی سنن ہے۔

حدیث رسول ﷺ میں بھی سنت کا طریقہ پر اطلاق کیا گیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ»5(٨)

جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا، تو اس طریقے کا اور جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے، سب کے برابر اسے ثواب ملے گا، اور ان کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی، اور جس نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا تو اس برے طریقے کا اور جتنے لوگ اس برے طریقے پر عمل کریں گے سب کا گناہ اس پر ہو گا، اور ان کے گناہوں میں کمی نہیں ہو گی۔

محدثین کی اصطلاح میں سنت، حدیث کا مترادف ہے یعنی دونوں کی ایک ہی تعریف ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

والمراد بالسنة ماجاءعن النبى ﷺ من اقواله وافعاله وتقريره وماہم بفعله۔6

اور سنت سے مراد وہ اقوال، افعال، تقریرات اور ارادے جو نبی ﷺ سے منقول ہیں۔

حدیث رسول کی الہامی حیثیت مسلم ہے جس پر قرآن خود شاہد ہے کہ رسول ﷺ کے فرامین بھی وحی الٰہی ہیں۔ سورہ النجم میں فرمان باری ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى -[7]

رسول اکرم ﷺ اپنی خواہش سے بات نہیں فرماتے بلکہ وہ تو وحی ہے جو آپ ﷺ پر بھیجی جاتی ہے۔

اس کی وضاحت میں مولانا محمد عبدہ الفلاح لکھتے ہیں: دین کے باب میں (رسول اللہ ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی کے بغیر نہیں فرماتے۔ معلوم ہوا کہ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی ہے اور واجب الاتباع ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ علماء نے قرآن کو وحی متلو اور حدیث کو وحی غیر متلو کہا ہے۔[8]

شیخ زبیر کا تعارف:

آپ کا نام ابو طاہر، ابو معاذ محمد زبیر المعروف حافظ زبیر علی زئی بن مجدد خان، آپ کی پیدائش اٹک میں ہوئی اور آپ پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اولاد میں تین بیٹے: طاہر علی زئی، حافظ عبد اللہ ثاقب، حافظ معاذ علی زئی اور چار بیٹیاں۔ شیخ زبیر نے اپنی تعلیم

CC BY

کو یوں پایہ تکمیل کیا کہ آٹھویں ۱۹۷۲ء، میٹرک ۱۹۷۴ء، ایف اے ۱۹۷۷ء، بی اے ۱۹۷۹ء، ایم اے علوم اسلامیہ ۱۹۸۳ء، ایم اے عربی ۱۹۹۳ء، وفاق المدارس ۱۹۹۰ء، جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے فراغت ۱۹۹۰ء میں ہوئی۔[9] شیخ صاحب کے اخلاق وکردار کے بارے میں دورائے پائی جاتی ہیں، ایک شیخ کے شاگرد جو رائے دیتے ہیں، اور ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ شیخ زبیر علی زئی کے شاگرد مولانا اسلم سندھی آپ کی سیرت وکردار کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس وقت تک کوئی بھی تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک اس کے رہنما اخلاق کے بلند درجے پر فائزنہ ہوں۔ اگر آپ غور سے دیکھیں گے اور تفصیل سے مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ جب تک لیڈر میں اخلاق، محبت، ہمدردی، بہادری اور ایثار کا جذبہ نہ ہو، جماعت تیار نہیں ہوسکتی۔" فرمان الٰہی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔[10]

ترجمہ: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

یعنی رہنما ایسا ہو جو کہ اپنے ساتھیوں سے نرم رویہ اختیار کرے، انہیں دل میں جگہ دے، خیر وخواہی کرے اور ان کے ہر دکھ سکھ میں شریک ہو، جماعت کے ساتھ تعلق ایمان اور صحیح عقیدہ کی بنیاد پر ہو، کسی ذاتی مفاد کی بنیاد پر نہ ہو۔ شیخ زبیر علی زئی کے ساتھ دنیا کے ہزاروں طالبان علم اور عوام کا رابطہ رہتا تھا۔ لیکن ہر کوئی یہ ہی سمجھتا تھا کہ شیخ صاحب بس مجھ سے ہی محبت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہوتے ہیں اور برسوں بعد پیدا ہوتے ہیں جن کی سوچ اور فکر کی پرواز نہایت ہی بلند ہوتی ہے۔ شیخ صاحب کے دل میں جماعتی ساتھیوں کیلئے بہت زیادہ محبت اور جذبۂ خیر خواہی ہوتا تھا اور ہمیشہ ان کی اچھائی کیلئے سوچتے رہتے تھے۔ دینی، علمی اور دنیوی معاملات میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔ آپ کا دل بڑا کشادہ ہوتا تھا اور ہمیشہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا سوچتے تھے۔ عام طور پر اہل علم اپنی ذاتی تصنیفات، جو ابھی مطبوع نہ ہوں، ان کی فوٹو نہیں دیتے، لیکن شیخ صاحب اس معاملے میں بھی بڑے فراخدل تھے۔ میں نے آپ سے بلوغ المرام پر آپ کی تحقیق کی فوٹو کاپی لی۔ آپ نے کہا: شہر میں ایک فوٹو اسٹیٹ والا ہے، میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں، وہ کاپی بھی اچھی بناتا ہے اور رعایت بھی کرتا ہے، آپ خود میرے ساتھ چلے اور فوٹو کاپی کروا کردی۔"[11] دوسری رائے کے مطابق شیخ اپنے شاگردوں اور ہم مسلک لوگوں کیلئے بہت ہی بااخلاق

OPEN ACCESS
CC BY

ہیں لیکن اپنے مخالفین کے متعلق ان کا خلاق و کردار مختلف ہے، جس کی گواہی ان کے ہم مسلک محقق ارشاد الحق اثری نے دی" البتہ اپنے مدمقابل اوراپنے سے اختلاف کرنے والے کونامناسب القاب سے ذکر کرتے تھے۔ میں ایک باراس کاشکوہ براہ راست ان سے کیاکہ یہ انداز اہل علم کی شایانِ شان نہیں اگر آپ اسے عالم نہیں سمجھتے تو اسے الجھنے کی ضرورت نہیں، جواب جاہلاں باشد خاموشی، اس کا جواب ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہ ہی فرمان ہے:اذا خاطبہم الجاہلون قالواسلاما، مگروہ فرماتے کہ اہل بدعت تکریم کے لائق نہیں۔"[12] مخالفین کے بارے شیخ سخت رویہ رکھتے تھے اوران کے نام تک صحیح نہیں لکھتے تھے، مثلاَ اشرف علی تھانوی کے نام کو بگاڑ کر "اشر فعلی "ملا کر لکھتے تھے، چنانچہ شیخ زبیر لکھتے ہیں:

"اگر تخصیص کی واضح دلیل نہ ہوتوجب قرآن پڑھاجائے،اُس وقت قرآن پڑھناجائز ہے جیساکہ اشر فعلی تھانوی دیوبندی نے کہا:"میرے نزدیک إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا جب قرآن پڑھاجائے توکان لگاکر سنو۔ تبلیغ پر محمول ہے اس جگہ قراءت فی الصلوٰۃ مراد نہیں۔ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے تواب ایک مجمع میں بہت آدمی مل کر قرآن پڑھیں توکوئی حرج نہیں۔"[13]

شیخ زبیر کی شدت پسندی:

شیخ زبیر کے ہم مسلک اور ہم عصر عالم دین شیخ ناصر الدین البانی اور شیخ زبیر نے مشکوٰۃ المصابیح کی احادیث پر حکم لگایاہے کہ یہ حدیث ضعیف اوریہ حدیث صحیح ہے۔ چنانچہ ایک ہی روایت کو شیخ زبیر صحیح کہتے ہیں اوراُسی ہی روایت کو شیخ ناصر الدین البانی ضعیف لکھتے ہیں اب مشکوٰۃ المصابیح سے ہی کچھ روایات جن کو شیخ زبیر صحیح لیکن شیخ البانی ضعیف مانتے ہیں

شیخ زبیر صحیح	شیخ البانی ضعیف
۴۔ صحیح	ضعیف
۹۴۔ صحیح	ضعیف
۲۹۵۔ صحیح	ضعیف
۶۱۹۔ صحیح	ضعیف
۶۷۵۔ صحیح	ضعیف

معمول بہااحادیث پر محدثین کی آراء:

OPEN ACCESS
CC BY

اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا بہترین طریقہ ان کے فرامین پر عمل کرنا ہے۔رسول اللہ ﷺ کے فرامین یعنی احادیث مبارکہ جن میں صحیح ،حسن اور ضعیف شامل ہیں،امت نے اپنے نبی ﷺ کے فرامین کو اپنا معمول بنایا ہے، محدثین کرام نے معمول بہا احادیث پر اپنی آراء دی ہیں۔جن میں کسی نہ کسی طور پر نبی ﷺ کی احادیث پر عمل کرنا موجود ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے فرمایا:

"ہم سے زیادہ صحیح حدیثوں کو جانتے ہو،پس اگر خبر (حدیث) صحیح ہو تو مجھے بتادینا تاکہ میں اس پر عمل کروں (اس کا راوی) چاہے کوفی،بصری یا شامی ہو۔"[14] (۵) امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا:

"یہ حدیث حسن ہے،میں نے یہ حدیث اس سے پہلے کبھی نہیں سنی" اس کے بعد امام مالک اِسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔[15]

بعض اوقات علماء اور صلحاء کے عمل کی وجہ سے بھی حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے۔یعنی جب محدثین کسی حدیث پر عمل کرنے کو اپنا معمول بنالیتے ہیں تو اس روایت میں مزید قوت آجاتی ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:"سنت اگر ثابت ہو جائے تو تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ اُس پر عمل واجب ہے۔'[16]'

امام ابو بکر الحمیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"کہ میں مصر میں تھا، محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے کہا:اے ابوعبداللہ! آپ اس حدیث کو لیتے ہیں؟انہوں نے فرمایا:کیا تو نے مجھے کنیسہ (یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے) سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے یا مجھ پر زُنار (ہندوؤں یا عیسائیوں کا خاص نشان) ہے؟جب میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی حدیث ثابت ہو جائے تو میں اسی کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں اور وہ میرا قول ہے اور اسی کا میں دفاع کرتا ہوں،اور اگر میرے نزدیک حدیث ثابت نہ ہو تو میں اسے اپنا قول نہیں بناتا،کیا تو نے مجھ پر زُنار دیکھا ہے کہ میں حدیث کے مطابق فتویٰ نہ دوں؟"[17] حدیث ضعیف کی قیاس پر تقدیم اصول مذکور کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ کی رائے کو ابن قیم بیان کرتے ہیں:

/"وامام مالک فانه یقدم الحدیث المرسل والمنقطع والبلاغات وقول الصحابی علی القیاس۔[18]

امام مالک حدیث مرسل، منقطع،بلاغات اور قول صحابی کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے متعلق صحابہ کی معمول بہا احادیث پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ:

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ!

نماز میں ہاتھ باندھنے کے مقام کے متعلق شیخ زبیر نے غیر منطقی طریقے سے معمول بہا احادیث سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی کتاب" نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام "میں حدیثِ پاک کا معنی ومفہوم بدلتے ہوئے لکھتے ہیں:

CC BY

''وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ "

پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا۔(صحیح ابن خزیمہ:۴۸۰)

تشریح -''الکف والرسغ والساعد''اصل میں ذراع (حدیث بخاری:۷۴۰)کی تشریح ہے،المعجم الوسیط(۱/۴۳۰)میں ہے ''الساعد:مابین المرفق والکف من اعلی''ساعدکہنی اور ہتھیلی کے درمیان (اوپر کی طرف)کو کہتے ہیں۔

تنبیہ::''الساعد''سے مراد پوری ''الساعد''ہے بعض الساعد نہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:''لان العبرة بعموم اللفظ حتى يقوم دليل على التخصيص''

جب تک تخصیص کی دلیل قائم نہ کی جائے عموم لفظ کا ہی اعتبار ہوتا ہے۔(فتح الباری ۱۲/۲۶۱ تحت ح۲۹۱۵)

''بعض الساعد''کی تخصیص کسی حدیث میں نہیں ہے۔لھٰذا ساری''الساعد''پر ہاتھ رکھنا لازم ہے، تجربہ شاہد ہے کہ اس طرح ہاتھ رکھے جائیں تو خود بخود سینے پر ہاتھ رکھے جاسکتے ہیں۔''[19]

شیخ زبیر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ دائیں پوری ذراع, بائیں پوری ذراع پر رکھیں، حالانکہ یہ حدیث کا منشا نہیں، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، جوڑ اور کلائی پر رکھتے۔ جس طرح شیخ زبیر سمجھا رہے ہیں اس حساب سے الفاظ یہ ہونے چاہیے تھے کہ دائیں کلائی، بائیں کلائی پر رکھی, جبکہ الفاظ ہیں دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی ،جوڑ اور کلائی پر رکھی، اگر آپ دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، جوڑ اور کلائی پر رکھیں گے تو لامحالہ آپ کا ہاتھ ناف کے نیچے خود بخود آجائے گا۔

شیخ زبیر نے اس پر ایک پوری کتاب لکھ ڈالی لیکن پہلی دلیل دیتے ہوئے مکمل حدیث کو نقل نہیں کیا، اگر حدیث کو مکمل لکھ دیا جاتا تو مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا۔ مکمل حدیث درج ذیل ہے۔

أَنَّ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: قُلْتُ: " لَأَنْظُرَنَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ، قَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا أُذُنَيْهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ "[20]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) میں نے (اپنے دل میں) کہا: میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز کو غور سے دیکھوں گا کہ آپ ﷺ کیسے نماز پڑھتے ہیں؟ چنانچہ میں نے (توجہ سے) آپ ﷺ کی طرف دیکھا۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے، اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے حتی کہ وہ آپ ﷺ کے کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، جوڑ اور کلائی پر رکھا۔

شیخ زبیر نے آدھی حدیث لکھ کر اسکی من مانی تشریح کر ڈالی اور لفظ ید (ہاتھ) کو سرا سر حذف کر گئے، جب دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت، جوڑ اور کلائی پر آئے گا تو حدیث کی صحیح تشریح ہو گی، جبکہ شیخ زبیر دائیں ہاتھ کے ذکر کو حذف کر کے حدیث کی

OPEN ACCESS
CC BY

من مانی تشریح کرنے میں مصروف ہوگئے اور حدیث کی منشا کے خلاف نتیجہ اخذ کرلیا۔ اور یہ بھی دلیل دی کہ پوری کلائی پر ہاتھ رکھنا لازمی ہے اور اس کے بعض پر رکھنے کی کوئی تخصیص نہیں، جبکہ اس پر حدیث موجود ہے:

قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى قَرِيبًا مِنَ الرُّسْغِ»[21]

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جوڑ کے قریب۔

جب آپ جوڑ کے قریب دائیں ہاتھ کو رکھیں گے تو حدیث پر مکمل عمل ہو جائے گا کہ آپ کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی جوڑ اور کلائی پر آجائے گا۔ اس حدیث میں تخصیص موجود ہے کہ آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ کے قریب رکھا، پوری ذراع پر نہیں رکھا۔ اسی طرح شیخ زبیر بخاری سے دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

«كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ اليَدَ اليُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ اليُسْرَى فِي الصَّلاَةِ»[22]

ترجمہ: صحیح بخاری میں ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا: آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھے۔

اور ذراع سے مراد کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ ہے۔ اگر پوری ذراع پر ہاتھ رکھا جائے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آجاتے ہیں۔[23] (۵)

شیخ زبیر یہاں بھی حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حدیثِ رسول میں اپنی من مانی تشریح کو داخل کر رہے ہیں اور ید (ہاتھ) کے لفظ کو یکسر نظر انداز کر رہے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ حکم دیا جاتا تھا کہ اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھیں، (اس سے یہ رزلٹ نکالنا کہ اگر پوری ذراع پر ہاتھ رکھا جائے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آجاتے ہیں) پوری ذراع پر ہاتھ رکھا جائے تو الفاظ یہ ہونے چاہیے تھے کہ ایک ذراع کو دوسری ذراع پر رکھنے کا حکم ہے، یہ تو ہے ہی نہیں بلکہ حکم یہ دیا جاتا تھا کہ دائیں ہاتھ کو ذراع پر رکھیں، اور خود شیخ زبیر نے ذراع کی تفصیل بیان کی کہ: ''ذراع کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ ہے۔'' اس طریقے سے تو آپ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر جہاں بھی رکھیں ذراع میں شامل ہے لیکن دائیں ہاتھ کو پورا بائیں ہاتھ پر رکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک ذراع دوسری ذراع پر رکھ رہے ہیں جو کہ حکم کے خلاف ہے اور حدیث کے منشا کی غلط تشریح ہے۔ اور دوسری احادیث کا انکار لازم آتا ہے کہ: ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدَ

"پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، جوڑ اور کلائی پر رکھا۔[24] (٦)

مندرجہ بالا احادیث سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت، جوڑ اور کلائی پر رکھا جائے اور اسی کا حکم دیا جاتا تھا۔ اگر اسطرح رکھا جائے تو لا محالہ ہاتھ ناف کے بالکل اوپر یا ناف کے نیچے آجاتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول رہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کبھی بالکل ناف کے اوپر ہاتھ رکھتے اور کبھی ہاتھ ناف کے نیچے باندھتے:

CC BY

"ابْنِ جَرِيرٍ الضَّبِّيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ عَلِيًّا، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَوْقَ السُّرَّةِ قَالَ أَبُو مِجْلَزٍ: تَحْتَ السُّرَّةِ وَرُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔"[25]

ابن جریر ضبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا پہنچا(گٹا) پکڑے ہوئے ناف کے اوپر رکھے ہوئے ہیں،امام ابو داؤد کہتے ہیں:سعید بن جبیر سے فوق السرۃ(ناف کے اوپر)مروی ہے اورابو مجلز نے تحت السرۃ(ناف کے نیچے)کہاہے اور یہ بات ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے لیکن یہ قوی نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑے ہوئے ناف کے اوپر رکھتے،گٹا(پہنچا)جب پکڑا جائے تو سینے پر کبھی بھی ہاتھ نہیں جاتا جبکہ ہاتھ ناف کے بالکل اوپر یا ناف کے نیچے رہتا ہے۔اوراسی مضمون کی ایک حدیث امام ترمذی لائے ہیں اوراس پر اپنی رائے بھی دی ہے:

قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا، فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ.

قبیصہ بن ھلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:رسول اللہ ﷺ ہماری امامت کرتے تو آپ بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔

وَفِي البَابِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَغُطَيْفِ بْنِ الحَارِثِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ مَسْعُودٍ، وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

امام ترمذی کہتے ہیں:اس باب میں وائل بن حجر،غطیف بن الحارث،ابن عباس،ابن مسعود، سھل بن سعد،حدیث ھلب حسن حدیث ہے۔

وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ، وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ.
وَرَأَى بَعْضُهُمْ: أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ، وَكُلُّ ذَلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ.[26]

اپنی رائے دیتے ہوئے امام ترمذی لکھتے ہیں:

صحابہ کرام،تابعین اوران کے بعد کے اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ آدمی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔اور بعض کی رائے ہے کہ ناف کے اوپر رکھے اور بعض کی رائے ہے کہ ناف کے نیچے رکھے،ان کے نزدیک ان سب کی گنجائش ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اھل علم کا بھی ذکر کیا کہ وہ بھی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے اور بعض کی رائے ناف کے اوپر اور بعض کی رائے ناف کے نیچے کی ہے۔علامہ عبدالرحمٰن الجزیری (المتوفی ۱۳۶۰ھ)نے مذاھب اربعہ(حنفی،مالکی،شافعی، حنبلی)پر کتاب لکھی ہے جس کا نام رکھا"کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ"اس کتاب میں انہوں نے چاروں فقہی مسالک کے

OPEN ACCESS

درمیان مسائل میں جو اختلافات ہیں ان کا ذکر کیا۔ اوران مختلف فیہ مسائل میں نماز میں ہاتھ باندھنے کے مسئلے کا بھی ذکر کیا، چنانچہ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:

"يُسن وضع اليد اليمنى على اليسرى تحت سرته أو فوقها، وهو سنة باتفاق ثلاثة من الأئمة، وقال المالكية: إنه مندوب۔

دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے یا اوپر رکھنا سنت ہے، اور یہ سنت اتفاقی ہے تین ائمہ کے نزدیک اور مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ مستحب ہے۔

المالكية قالوا: وضع اليد اليمنى على اليسرى فوق السرة، وتحت الصدر مندوب لا سنة۔

مالکیہ کہتے ہیں کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اور ناف کے اوپر اور سینے کے نیچے رکھنا مستحب ہے، سنت نہیں۔

الحنفية قالوا: كيفيته تختلف باختلاف المصلي. فإن كان رجلاً فيسن في حقه أن يضع باطن كفه اليمنى على ظاهر كف اليسرى محلقاً بالخنصر والإبهام على الرسغ تحت سرته. وإن كانت امرأة فيسن لها أن تضع يديها على صدرها من غير تحليق.

فقہائے احناف کہتے ہیں کہ اس میں نمازی کے مطابق احوال ہیں، اگر نمازی مرد حضرات ہیں تو ان کے حق میں سنت ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طرح کہ انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے گٹ کو پکڑتے ہوئے ناف کے نیچے رکھنا، اور اگر نمازی عورتیں ہیں تو ان کے لیے سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھیں بغیر حلقہ بنائے ہوئے۔

الحنابلة قالوا: السنة للرجل والمرأة أن يضع باطن يده اليمنى على ظهر يده اليسرى ويجعلها تحت سرته.

فقہائے حنابلہ کہتے ہیں: مرد وخواتین کیلئے سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں ناف کے نیچے

الشافعية قالوا: السنة للرجل والمرأة وضع بطن كف اليد اليمنى على ظهر كف اليسرى تحت صدره وفوق سرته مما يلي جانبه الأيسر.[27]

فقہائے شافعیہ کہتے ہیں: مرد وخواتین کے لیے سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر دائیں جانب سے ملی ہوئی۔"

تمام ائمہ نے ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے کو سنت قرار دیا ہے سوائے مالکیہ نے اور احناف نے خواتین کے لئے سینے پر رکھنے کو سنت قرار دیا ہے، مرد حضرات کے لئے ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کو سنت قرار دیا ہے۔ کیونکہ مرد وخواتین کی نماز میں فرق ہے۔ اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں نماز کا طریقہ لکھتے ہوئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ لکھا ہے:

OPEN ACCESS
CC BY

وضع اليمين على الشمال تحت السرة۔[28]

دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ جو حدیث لائے ہیں اوراس کی جو آپ نے تشریح کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ اور یہ ہی عمل صحابہ اور تابعین اوران کے بعد اہل علم کا رہاہے۔ جب آپ دائیں سے بائیں ہاتھ کو پکڑیں گے تو آپ کا ہاتھ خود بخود ناف کے نیچے رہے گا یا بالکل ناف کے اوپر رہے گا، کیونکہ نمازی ایک قد کے نہیں ہوتے بعض لمبے اور بعض چھوٹے قد کے اور بعض درمیانے قد کے، توجب ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے پکڑیں گے تو اس کے قد کے مطابق ناف کے نیچے رہے گا اور کسی کے قد کے سائز کے مطابق اس کا ہاتھ اس کی ناف کے عین اوپر رہے گا، اور آخر میں امام ترمذی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اس میں سب کے نزدیک گنجائش ہے کہ آپ ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں یا بعینہ ناف کے اوپر، امام ترمذی رحمہ اللہ نے ناف کے نیچے یا ناف کے بالکل اوپر ہاتھ باندھنے کو ثابت کیا ہے، سینے کا ذکر ہی نہیں کیا، معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک سینے پر ہاتھ رکھنا کبھی معمول ہی نہیں رہا، بلکہ اس پر بہت سی احادیث ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ہے اور جب آپ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھیں گے تو آپ کا ہاتھ زیادہ تر ناف کے نیچے ہی رہے گا ان احادیث کو خود شیخ زبیر نے متواتر مانا ہے جس میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے چنانچہ شیخ زبیر اپنی کتاب نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں:

''نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کی احادیث متعدد صحابہ سے صحیح یا حسن اسانید کے ساتھ مروی ہیں، مثلاََ:

۱: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (مسلم:۴۰۱وابوداؤد:۷۲۷)

۲: جابر رضی اللہ عنہ (احمد۳/۳۸۱ح۱۵۱۵۶وسندہ حسن)

۳: ابن عباس رضی اللہ عنہما (صحیح ابن حبان، الموارد:۸۸۵وسندہ صحیح)

۴: عبد اللہ بن جابر البیاضی رضی اللہ عنہ

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم الاصفہانی ۳/۱۶۱۰ح۴۰۵۴وسندہ حسن واوردہ الضیاء فی المختارۃ۹/۱۳۰ح۱۱۴)

۵: غضیف بن الحارث رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۴/۱۰۵، ۵/۲۹۰وسندہ حسن)

۶: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ابوداؤد:۷۵۵وابن ماجہ:۸۱۱وسندہ حسن)

۷: عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (ابوداؤد:۷۵۴واسنادہ حسن واوردہ الضیاء المقدسی فی المختارۃ ۹/۳۰۱ح۲۵۷)

CC BY

یہ حدیث متواتر ہے۔(نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص۹۸ ح۶۸)"[29]

ان متواتر احادیث سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے نا کہ کلائی یا بازو پر، جب ہم ان متواتر احادیث کو ابن خزیمہ اور دیگر محدثین سے مروی صحیح احادیث سے سمجھتے ہیں جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کیلیے کھڑے ہوتے:

قَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا أُذُنَيْهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهَرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغَ وَالسَّاعِدَ"[30]

آپ ﷺ کھڑے ہوئے، اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ کے کانوں کے برابر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، جوڑ اور کلائی پر رکھا۔

تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جب آپ دایاں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، جوڑ اور کلائی کو پکڑیں گے تو ہاتھ ناف کے نیچے خود بخود ہو جائیں گے۔

شیخ زبیر معمول بہا احادیث کے مخالف ایک اور دلیل دیتے ہوئے بہت سے پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ، وَرَأَيْتُهُ، قَالَ، يَضَعُ هَذِهِ عَلَى صَدْرِهِ» وَصَفَّ يَحْيَى: الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَوْقَ الْمِفْصَلِ"[31]

ہلب طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو (نماز سے فارغ ہو کر) دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھا اور دیکھا ہے کہ آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔ یحییٰ (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا۔ (مسند احمد ۵/۲۲۶ وسندہ حسن)۔"[32]

شیخ زبیر نے مندرجہ بالا حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے حدیث میں اپنے الفاظ کا اضافہ کیا ہے، کچھ الفاظ تو بریکٹ میں بڑھائے اور کچھ تو حدیث میں تحریف کرتے ہوئے بڑھا دیے۔

حدیثِ پاک میں نماز کا ذکر ہی نہیں لیکن شیخ زبیر نے بریکٹ میں نماز کا لفظ بڑھا دیا، حدیث میں سلام کا لفظ ہی نہیں لیکن شیخ زبیر نے ترجمہ کرتے ہوئے سلام کا لفظ ایسے بڑھایا گویا جیسے یہ حدیث کا لفظ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دیکھا اس پر کوئی وضاحت نہیں کہ کب یہ عمل آپ ﷺ نے کیا اور لفظ ہے (يَضَعُ هَذِهِ عَلَى صَدْرِهِ) یہ سینے پر رکھا، یعنی آپ ﷺ نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا، اس روایت میں نماز کا ذکر ہی نہیں۔ اگر مان لیا جائے کہ نماز کی بات ہے تو اس پر کیا قرینہ ہے کہ نماز کے اندر اور قیام کی بات ہے اور اگر قیام کی بات ہے تو اس میں ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا جاتا ہے جو کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے اور یہاں لفظ ہے (یہ) یعنی ایک ہاتھ سینے پر رکھا، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا جو کہ کسی وجہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نماز کے بعد آپ ﷺ نے سینے پر ایک ہاتھ رکھا ہو جس کو راوی نے نقل کیا اور شیخ زبیر نے اس سے سینے پر نماز کے اندر ہاتھ رکھنا سمجھ لیا اور معمول بہا احادیث کو چھوڑ دیا۔ اگر کوئی کہے کہ اس میں

OPEN ACCESS
CC BY

راوی نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا اس طرح۔ سوال یہ ہے کہ کیا راوی نے نماز کا ذکر کیا؟ دوسری بات یہ کہ شیخ زبیر راوی کی بات اس وقت مانتے ہیں جب راوی کی ملاقات ثابت ہو جیسا کہ اپنی کتاب نصر الباری میں شیخ زبیر لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا»، قَالَ سُفْيَانُ: لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ۔[33]

اس کی نماز نہیں (ہوتی) جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ سفیان (بن عیینہ) نے کہا (یہ) اس کے لیے ہے جو اکیلے نماز پڑھے۔

یہ قول سفیان بن عیینہ سے ثابت نہیں۔ سفیان رحمہ اللہ ۱۹۸ ہجری میں فوت ہوئے، جبکہ امام ابو داؤد ۲۰۳ ھجری میں پیدا ہوئے۔ لہٰذا یہ قول منقطع ہونے کی وجہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔"[34]

شیخ زبیر کے اصول سے یحیٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ کا یہ قول بھی ثابت نہیں ہوگا اور منقطع ہوگا کیونکہ یحیٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ ۱۲۰ ہجری کو پیدا ہوتے ہیں اور کسی صحابی سے ان کی ملاقات ثابت نہیں تو وہ صحابی ہلب طائی کی حدیث پر کیسے وضاحت پیش کر سکتے ہیں جب کہ انہوں نے صحابی ہلب طائی کو دیکھا ہی نہیں۔[35] جب کہ راوی (سفیان بن عیینہ) کی وضاحت کو بھی شیخ زبیر نے مکمل ترجمہ کے ساتھ پیش نہیں کیا اور ترجمہ کرتے ہوئے لفظ "فَوْقَالْمِفْصَلِ" کو چھوڑ دیا اور ترجمہ یوں کیا" یحیٰ (القطان راوی) نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر (عملاً) بتایا" حالانکہ راوی سفیان بن عیینہ نے عملاً یہ بتایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھنا ہے، جیسے ہی آپ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھیں گے تو خود بخود آپ کے ہاتھ ناف کے نیچے چلے جائیں گے۔ شیخ زبیر نے اپنے اصول کی مخالفت کرتے ہوئے ابوداؤد کی ایک ضعیف روایت کو صحیح لکھ کر کہا کہ اس کا شاہد یہ حدیث ہے جس میں ہلب طائی صحابی نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کو سینے پر رکھا۔ جو حدیث شاہد کے طور پر پیش کر رہے ہیں وہ اس بات کی وضاحت ہی نہیں کر رہی کہ یہ نماز کا واقعہ ہے یا باہر کا اگر نماز کا واقعہ ہے تو نماز میں قیام کی بات ہو رہی ہے یا سلام کے فوراً بعد۔ جیسا کہ بعض اوقات سلام کے بعد سینے پر ہاتھ رکھا جاتا ہے۔ تو ایک غیر واضح واقعے کو متواتر احادیث کے مقابلے میں لانا اور اس سے متعلقہ ضعیف روایات کو صحیح مان کر لکھ لینا کیا یہ انصاف پسندی ہے؟ شیخ زبیر اپنے مقالات میں بار بار اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے جیسا کہ مقالات ۳ صفحہ ۸۹ پر ایک حدیث پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ روایت مرسل یعنی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا" وحدیث مالک عن عمرۃ مرسل واھل الحدیث و نحن لا نثبت مرسلاً۔" اور مالک کی عمرہ (بنت عبدالرحمٰن) سے حدیث مرسل ہے اور اہل حدیث اور ہم مرسل کو ثابت نہیں سمجھتے۔ (کتاب الام ج۳ ص۵۷ باب الجائحۃ فی الثمرۃ)

OPEN ACCESS
CC BY

ابن الصلاح الشہروزی الشافعی نے لکھاہے:وماذکرناہ من سقوط الاحتجاج بالمرسل والحکم بضعفه هوالمذهب الذی استقرعلیه آراء جماهیرحفاظ الحدیث ونقادالأثروقدتداولوه فی تصانیفهم وفی صدرصحیح مسلم:المرسل فی اصل قولناوقول اهل العلم باالاخبارلیس بحجة

اور ہم نے مرسل کے درجہ حجت سے ساقط ہونے اور ضعیف ہونے کا جو ذکر کیا ہے، یہی وہ مذہب ہے جس پر جمہور حفاظِ حدیث اور ناقدین کرام کی آراء قائم ہوئی ہیں اور انہوں نے پے درپے اپنی کتابوں میں لکھاہے اور صحیح مسلم کے شروع میں لکھاہوا ہے کہ ہمارے اصل قول اور حدیث کا علم رکھنے والے علماء کے نزدیک مرسل حجت نہیں ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۳۰۔۱۳۱، مع التقیید والایضاح للعراقی ص ۷۴۔۷۵)

حافظ عبدالرحیم بن الحسین العراقی (المتوفیٰ ۸۰۶ھ) نے مرسل کے بارے میں فرمایا:

"وردة جماهرالنقادللجهل بالساقط فی الاسناد"[36]

اور جمہور ناقدین نے اسے رد کردیا ہے، سند میں ساقط شدہ کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے۔

شیخ زبیر اسی مقالہ میں صفحہ ۱۱۴ پر لکھتے ہیں:

مرسل چونکہ ضعیف ہوتی ہے۔ لھٰذا مرسل سے استدلال جائز نہیں۔[37]

ان اصولوں کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ شیخ زبیر نے کس طرح اپنے اصول کو بالائے طاق رکھ کر ایک ضعیف روایت کو صحیح لکھا اور جس روایت کا شاہد بنا رہے ہیں (ہلب طائی) وہ اصل میں حسن روایت ہے اور ضعیف روایت کو حسن شاہد کے ساتھ ملا کر نتیجہ نکالا کہ یہ حدیث صحیح ہو گئی۔ یعنی ضعیف + حسن = صحیح

شیخ زبیر نے سنن ابی داوٗد کی تحکیم (حدیث پر حکم لگایا کہ یہ صحیح ہے اور یہ ضعیف) کی ہے، اس میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ سند پر حکم لگاتے ہیں، کہ یہ سند صحیح ہے یا ضعیف یعنی لکھتے ہیں اسنادہ صحیح یا اسنادہ حسن یا اسنادہ ضعیف لیکن جب چاہیں اپنے اسلوب سے تجاوز کر جائیں چنانچہ ابو داوٗد کی حدیث ۷۵۹ پر حکم لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ»[38]

طاؤس تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے، پھر ان کو اپنے سینے پر باندھ لیتے، اور آپ ﷺ نماز میں ہوتے۔

"تخریج:[صحیح]وهوفی المراسیل لابی داؤد،ح۳۳وسنده ضعیف لارساله،وللحدیث شاهدعنداحمد:۵/۲۲۶وسنده حسن،وبه صح الحدیث۔"[39]

OPEN ACCESS
CC BY

یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے جوکہ مراسیل لابی داؤد میں ہے،لیکن اس کا شاھد مسند احمد میں ہے اوراس کی سند حسن ہے،اوراسی وجہ سے یہ حدیث صحیح ہے۔''

شیخ زبیر کہتے ہیں کہ یہ روایت توضعیف ہے لیکن اس کا شاھد مسند احمد میں ہے جو کہ سند حسن کے ساتھ ہے۔اس سند حسن کے ساتھ یہ ضعیف اور مردود(شیخ زبیر اکثر ضعیف روایت کو مردود لکھتے ہیں)روایت مل کر صحیح ہو گئی!یعنی حسن سند اور ضعیف سند مل کر صحیح کے درجہ تک پہنچ گئی۔یہ اصول بھی شیخ زبیر کی اپنی اختراع ہے۔

شیخ زبیر اس ضعیف روایت کا جو شاھد بتارہے ہیں اس میں وضاحت ہی نہیں کہ قیام کی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے ایک دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا،وہاں تو صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں جانب پھرے پھر بائیں جانب پھرے اور دیکھا کہ یہ (ایک ہاتھ)سینے پر رکھا۔

اس میں کہاں وضاحت ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور قیام کی حالت میں رکھا۔تو ایسی روایت کو شاھد کے طور پر قبول کرنا اور ضعیف و مردود روایت کو اس کا شاھد بنا کر صحیح قرار دینا،کیا یہ انصاف کا قتل نہیں؟شیخ زبیر اپنی کتب میں ضعیف روایات کو بہت سخت لہجے میں لکھتے،اور کہتے ہیں کہ یہ ضعیف،منقطع اور مردود روایات ہیں۔اور یہاں شیخ اپنے تمام اصول و ضوابط بھول گئے!اوران تمام متواتر روایات کو پسِ پشت ڈال دیا۔جس میں وضاحت ہے کہ:

قَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا أُذُنَيْهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغَ وَالسَّاعِدَ "[40]

آپ ﷺ کھڑے ہوئے،اللہ اکبر کہا اوراپنے دونوں ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ کے کانوں کے برابر ہو گئے۔پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی،جوڑ اور کلائی پر رکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے:

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ»[41]

ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

اس روایت کو شیخ زبیر ضعیف لکھتے ہیں حالانکہ اس کا شاھد سنن الکبریٰ للبیھقی میں ہے جس کو امام بیھقی رحمہ اللہ اسنادہ حسن لکھتے ہیں:

كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ " إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبَّرَ ضَرَبَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى رُسْغِهِ الْأَيْسَرِ، فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يَرْكَعَ۔هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ۔[42]

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑے ہوتے اور یہ عمل سارے قیام میں ہوتا،یہاں تک کہ آپ رکوع کو چلے جاتے۔(امام بیھقی فرماتے ہیں۔)اس حدیث کی سند حسن ہے۔

CC BY

دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑ ا جائے تو لا محالہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے آجائیں گے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب بھی آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے اور ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھتے۔

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر مرفوع روایت:

شیخ زبیر ایسی کوئی مرفوع صحیح روایت پیش نہیں کرسکے کہ جس میں یہ وضاحت ہو کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ اور سینے پر رکھتے ہوں جبکہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر نبی ﷺ سے مرفوع روایت ہے جس کو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عن علقمة بن وائل بن حجرعن ابيه رضی الله عنه قال رأيت رسول اللهﷺ يضع يمينه على شماله في الصلوٰةتحت السرة۔[43]

حضرت علقمہ بن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا ہوا تھا۔

شیخ زبیر اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ ۱۹۶۶ء بمطابق ۱۳۸۶ھ حیدر آباد (الہند) میں طبع ہوا تھا، اس میں اس حدیث کا اختتام ''علی شمالہ فی الصلوٰۃ'' پر ہوا ہے، اور اس میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔''[44](۲۶)

شیخ زبیر کے اعتراض کا جواب ہے کہ کسی ایک نسخہ میں حدیث کے الفاظ کا نہ پایا جانا حدیث کے نہ ہونے کا ثبوت نہیں۔ بلکہ ۱۹۶۶ء بمطابق ۱۳۸۶ھ سے پہلے اس حدیث کو محدثین نے اپنی کتب میں درج کیا ہے جیسا کہ محدث محمد سبحان علی صدیقی (المتوفیٰ ۱۳۲۲ھ) نے اپنی کتاب ''آثار السنن'' میں اس حدیث کو درج کیا ہے جو کہ ۱۹۶۶ء بمطابق ۱۳۸۶ھ سے پہلے کے محدث ہیں بلکہ ان کی وفات ۱۳۲۲ھ کو ہوئی ہے۔ اس سے پہلے تابعی محدث ابو مجلز کی روایت امام ابوداؤد رحمہ اللہ سنن ابی داؤد: ۷۵۷ میں قَالَ أَبُو مِجْلَزٍ: تَحْتَ السُّرَّةِ (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا) کے الفاظ سے لائے ہیں جس کو شیخ زبیر نے حسن کہا ہے۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ تابعی محدث ابو مجلز رحمہ اللہ سے نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا:

حَجَّاجُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ، أَوْ سَأَلْتُهُ قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ يَصْنَعُ؟ قَالَ: «يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ»[45]

حجاج بن حسان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز کو سنا یا راوی نے کہا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ میں ہاتھ کیسے رکھوں توانہوں نے کہا کہ وہ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ظاہر کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور ان دونوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: «يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ»۔[46]

OPEN ACCESS
CC BY

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

خلاصہ تحقیق:

- تمام متواتر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے، اس طرح کہ دائیں ہاتھ کے ظاہر سے بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھتے اور گٹ (جوڑ) کو پکڑے ہوئے ہاتھ کا کچھ حصہ کلائی پر رہتا۔ اس پر عمل کرنے سے ہاتھ خود بخود ناف کے نیچے رہتا ہے جبکہ مرفوع روایات سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔ ان تمام متواتر اور مرفوع و معمول بہا روایات کی مخالفت کرتے ہوئے شیخ زبیر سینے پر ہاتھ رکھنے کو لازم سمجھتے ہیں۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے۔
- امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس بات کا خلاصہ کیا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں، چاہے ناف کے نیچے رہے یا بالکل ناف کے اوپر اس میں وسعت ہے، یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی کا قد لمبا ہو اور اس کا ہاتھ ناف کے بالکل اوپر رہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی کا قد درمیانہ ہو اور اس کا ہاتھ ناف کے نیچے رہے۔
- لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اسلئے کہ سینے پر ہاتھ باندھنا محدثین کا معمول ہی نہیں رہا۔
- دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے یا اوپر رکھنا سنت ہے، اور یہ سنت اتفاقی ہے تین ائمہ کے نزدیک اور مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ مستحب ہے۔
- مالکیہ کہتے ہیں کہ: دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اور ناف کے اوپر اور سینے کے نیچے رکھنا مستحب ہے، سنت نہیں۔
- فقہائے احناف کہتے ہیں کہ: اس میں نمازی کے مطابق احوال ہیں، اگر نمازی مرد حضرات ہیں تو ان کے حق میں سنت ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طرح کہ انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے گٹ کو پکڑتے ہوئے ناف کے نیچے رکھنا، اور اگر نمازی عورتیں ہیں تو ان کے لیے سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھیں بغیر حلقہ بنائے ہوئے۔
- فقہائے حنابلہ کہتے ہیں: مرد و خواتین کیلئے سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں ناف کے نیچے۔

CC BY

- فقہائے شافعیہ کہتے ہیں: مرد وخواتین کے لیے سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر دائیں جانب سے ملی ہوئی۔''
- تمام ائمہ نے ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے کو سنت قرار دیا ہے سوائے مالکیہ نے اور احناف نے خواتین کے لئے سینے پر رکھنے کو سنت قرار دیا ہے، مرد حضرات کے لئے ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کو سنت قرار دیا ہے۔ کیونکہ مرد وخواتین کی نماز میں فرق ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں نماز کا طریقہ لکھتے ہوئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ لکھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

CC BY

حوالہ جات

[1] آل عمران ۳:۸۵

[2] محمد:۴۷:۳۳

[3] عتر، نورالدین، الدکتور: منہج النقد، دارالفکر دمشق، ۱۹۷۹ء، ص:۲۷

[4] الحموی، احمد بن محمد بن علی، الفیومی، المصباح المنیر، مکتبہ لبنان، ۱۹۸۷ء، ۲/ ۱۱۱

[5] القشیری، مسلم بن حجاج: صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، مکتبہ ریاض: دارالسلام،، ۲۰۱۰ء، رقم الحدیث:۱۰۱۷

[6] ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الحافظ،: فتح الباری شرح صحیح البخاری، المکتبۃ السلفیہ، س ن، ۱۳/ ۲۴۵

[7] النجم ۴،۳:۵۳

[8] الفلاح، محمد عبدہ: تفیسر الحدیث المسمیٰ اشرف الحواشی، شیخ محمد اشرف، لاہور: ناشرانِ قرآن مجید و تاجران کتب،، س ن، ص ۶۲۸

[9] ندیم ظہیر، حافظ: اشاعۃ الحدیث، لاہور: مکتبہ اسلامیہ،، ۱۴۴۰ھ، ص ۲۵

[10] سورہ آل عمران ۳:۱۵۹

[11] ندیم ظہیر، حافظ: اشاعۃ الحدیث، ص ۱۹۷

[12] ندیم ظہیر، حافظ: اشاعۃ الحدیث، ص ۲۹۳

[13] زئی، زبیر، حافظ: مقالات، لاہور: مکتبہ اسلامیہ،، ۲۰۱۳ء، ۳/ ۱۱۰

[14] ابو نعیم اصبھانی، احمد بن عبد اللہ: حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، السعادۃ،، مصر: بجوار محافظۃ، ۱۹۷۴ء، ۹/ ۱۷۰

[15] ابن ابی حاتم، عبد الرحمٰن بن محمد: الجرح والتعدیل، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۵۲ء، ص ۳۱

[16] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم: مجموع الفتاوی، مدینہ: مجمع الملک فہد،، ۱۹۹۵ء، ۱۹/ ۸۵

[17] ابو نعیم اصبھانی: حلیۃ الاولیاء، ۹/ ۱۰۶

[18] ابن قیم، محمد بن ابی بکر، جوزیہ: اعلام الموتعین عن رب العلمین، بیروت:، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۱ء، ۱/ ۲۶

[19] زئی، زبیر، حافظ: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام،، لاہور: مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۱۳ء، ص ۱۳)

[20] ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق: صحیح ابن خزیمہ، بیروت: المکتب الاسلامی،، س ن، رقم الحدیث:۴۸۰

[21] دارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، أبو محمد: سنن دارمی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: دار المغنی للنشر والتوزیع،، ۱۴۱۲ھ، رقم الحدیث:۱۲۷۷

[22] بخاری, محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، امام: صحیح البخاری، الریاض: دارالسلام للشر والتوزیع،، ۱۹۹۹ء، رقم الحدیث:۷۴۰

[23] ـ زئی، زبیر، حافظ: مقالات، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۱۳ء، ۶/ ۱۰۵

[24] ابن خزیمہ: صحیح ابن خزیمہ:۴۸۰

[25] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سجستانی: سنن ابی داؤد، الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع،، ۲۰۰۹ء، رقم الحدیث:۷۵۷

[26] ترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسیٰ، امام: جامع الترمذی،، الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۹ء، رقم الحدیث:۲۵۲

[27] الجزیری، عبد الرحمٰن: کتاب الفقہ علی مذاہب اربعہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۸ء، ۱/ ۲۲۷

[28] جیلانی، عبد القادر، شیخ: غنیۃ الطالبین، ج ا ص ۱۹، مکتبہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن

OPEN ACCESS

[29]زئی: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام، ص ۸

[30]ابن خزیمہ: صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: ۴۸۰

[31]احمد بن حنبل، امام: مسند احمد، موسسۃ الرسالہ، ۲۰۰۱ء، رقم الحدیث: ۲۱۹۶۷

[32]زئی: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام، ص ۱۴

[33]ابو داود: سنن ابی داود، رقم الحدیث: ۸۲۲

[34]زئی، زبیر، حافظ: نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری، لاہور: مکتبہ اسلامیہ ۲۰۱۳ء، ص ۴۹

[35]ذھبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ، شمس الدین: سیر اعلام النبلاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۱۰ء، ۷/ ۱۰۰

[36]۔ زئی: مقالات، ۳/ ۸۹

[37]زئی: مقالات، ۳/ ۱۱۴

[38]ابو داود: سنن ابی داود: رقم الحدیث: ۷۵۹

[39]زئی، زبیر، حافظ: تحقیق ابو داؤد، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض ۲۰۰۹ء، رقم الحدیث: ۷۵۹

[40]ابن خزیمہ: صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: ۴۸۰

[41]ابو داود، سنن ابی داود، رقم الحدیث: ۷۵۶

[42]بیھقی، احمد بن حسین: السنن الکبریٰ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء، رقم الحدیث: ۲۳۳۳

[43]ابن ابی شیبہ، ابو بکر بن شیبہ، عبد اللہ بن محمد: کتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، کتاب الصلوٰۃ باب وضع الیدین علی الشمال، کراچی: مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۸۹۶ء ۱/ ۳۹۰

[44]زئی: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام، ص ۲۶

[45]ابن ابی شیبہ، ابو بکر بن شیبہ، عبد اللہ بن محمد: کتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، ریاض: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ، رقم الحدیث: ۳۹۴۲

[46]ایضا، رقم الحدیث: ۳۹۴۲

CC BY